استفتاء

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل صورتوں کے شرعی و فقہی حکم کے بارے میں۔

(۱) ایک دیندار شخص کے لئے جو کسی دینی شعبہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ملازم ہے 'کاروباری و تاجر ہے 'مزدور پیشہ ہے یا کاشتکار وغیرہ' دعوت و تبلیغ کے کام کے لئے معروف عالمی تحریک سے تعاون کرتے ہوئے سہ روزہ و چلہ وغیرہ کے لئے گھر سے نکلنا فرض و واجب ہے یا امر مستحب؟

(۲) کسی دینی مدرسہ کا مہتمم و ناظم مدرس و معلم 'عوامی مقرر و خطیب مسجد یا مدرسہ کے زیر انتظام یا انفرادی طور پر تالیف و تصنیف کا کام کرنے والا' پوری زندگی اپنے انہی متعلقہ امور میں گذار دیتا ہے سہ روزہ و چلہ و سالانہ پر مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے مقررہ نہج پر باہر نہیں جاتا مَنہ مقامی طور پر گھر گھر جاکر تبلیغ کا فرض سرانجام دیتا ہے۔ اسی طرح کشمیر وغیرہ میں جہادی تحریکوں کے ساتھ بھی عملاً حصہ نہیں لیتا۔ البتہ مروجہ طریق پر دعوت کی اور جہاد کے دین ہونے کی نفی بھی نہیں کرتا ایسا شخص آیا ترک دعوت و تبلیغ و فریضہ جہاد کا مرتکب ہے اور شرعاً گنہگار ہے؟

(۳) اعلان نبوت بالخصوص ہجرت کے بعد اور قرون مشہود لھا بالخیر میں گھر گھر جاکر اور اس نہج پر جو مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا وضع کردہ ہے طریقہ تبلیغ و ارشاد ثابت ہے؟

جوابات جامع و مدلل ہوں 'مہر شدہ ہوں۔ صدر دار العلوم 'یا حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ میں سے ایک بزرگ کے دستخط ضرور ہوں۔ اطمینان ہوگا۔

المستفتی
تاج محمد (مدرس ادارہ اشرفیہ فیض القرآن)
پنڈ دادنخان، ضلع جہلم

الجواب حامدا ومصلیا

سوال نمبر ۱ کا جواب

فریضہ دعوت و تبلیغ کی انجام دہی پوری امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور اسکی ادائیگی باعث اجر و ثواب ہے کیونکہ اس کام کو قرآن کریم میں اس امت کا تمغہ امتیاز بتلایا گیا ہے۔
(کمافی العبارۃ رقم ۱، ۲، ۳، ۴، ۵)

دعوت الی الخیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک تو مسلمانوں کو دین کے احکام کی دعوت دینا ہے جسکے دو درجے ہیں ایک خصوصی یا انفرادی دعوت اور دوسرا عمومی یا اجتماعی دعوت۔

(الف) خصوصی درجہ تو یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے ماتحتوں اور گھر والوں کو دین کے احکام سے آگاہ کرے اور منکرات سے منع کرے کیونکہ قرآن و حدیث کی صریح نصوص ہر شخص کے ذمے اپنے اہل و عیال اور متعلقین کی اصلاح کو فرض قرار دے رہی ہیں۔ (کمافی العبارۃ رقم: ۶)

اسی طرح اگر ایسی صورت ہے کہ سوائے کسی خاص شخص کے بری بات سے کوئی اور نہیں روک سکتا یا اچھی بات کی تلقین نہیں کر سکتا اور ظن غالب ہے کہ اسکی بات مفید ثابت ہوگی تو پھر اس خاص شخص پر اصلاح فرض عین ہو جاتی ہے اگرچہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا اس داعی کے اہل و عیال اور ماتحتوں میں سے نہ ہو جیسے وہ شخص جس کو کسی کی برائی کی اطلاع ہو اور یہ اطلاع کسی دوسرے کو نہ ہو، اور وہ اصلاح کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ دعوت کا یہ درجہ فرض عین ہے۔ (کمافی العبارۃ رقم: ۷، ۸، ۹)

(ب) دوسرا عمومی درجہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کو اجتماعی خطاب کے ذریعہ خیر کی دعوت دی جائے جسکا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان دعوت الی الخیر کی سعی کریں اور اپنے قول و عمل سے لوگوں کو قرآن و سنت کی طرف بلائیں اور جب لوگوں کو بھلائی کے کاموں میں سست اور برائی میں مبتلا دیکھیں اس وقت انہیں بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے کی حسب استطاعت کوشش کریں۔ یہ پوری امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے جس کو فقہ کی اصطلاح میں فرض کفایہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جسکا مطلب یہ

ہے کہ اصلاً ایسے تمام مسلمانوں پر دعوت و تبلیغ کا کام فرض ہے جو اسکی اہلیت رکھتے ہوں لیکن ان میں سے بعض کے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہوجائیں گے اور اگر ان میں سے کسی نے بھی یہ کام نہ کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔(کمافی العبارۃ رقم: ۱۰)

اس اجتماعی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو صحیح شرعی آداب کے ساتھ اس کام کو پورا کرسکے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حکومت یہ فریضہ سرانجام نہ دے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ ایک ایسی جماعت قائم کریں جو یہ ذمہ داری ادا کرسکے۔ اور جماعت قائم کرنے سے یہ مراد نہیں کہ کوئی رسمی جماعت ضرور قائم کی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ معتد بہ افراد اس کام کے لئے کھڑے ہوں خواہ ان کے درمیان کوئی رسمی جماعتی تعلق ہو یا نہ ہو۔(کمافی التفسیر معارف القرآن ج ۲ص ۱۴۰)

(۲) اور دعوت کی دوسری قسم غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا ہے کہ ہر مسلمان عموماً اور یہ خاص جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دے۔(کمافی التفسیر معارف القرآن ج ۲ص ۱۴۱)

اور اسلام کی دعوت دیئے بغیر کفار سے قتال جائز نہیں لیکن یہ وجوب اس وقت تک ہے جب تک اسلام کی دعوت کفار تک نہ پہنچی ہو۔ اگر کفار تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو خواہ حقیقتاً ہو یعنی خود مسلمانوں نے جاکر انہیں اسلام کی دعوت دی ہو۔یا حکماً ہو۔یعنی اسلام کی شہرت ان تک پہنچ گئی ہو۔ اور یہ بات ان کے علم میں آگئی ہو کہ مسلمان کس بات کی دعوت دیتے ہیں اور کس مقصد کے لئے قتال کرتے ہیں تو یہ شہرت، دعوت کے قائم مقام ہوگی اور انہیں اسلام کی دوبارہ دعوت دینا واجب نہ رہے گا۔تاہم اس صورت میں بھی دوبارہ دعوت دینا مستحب ضرور ہے۔(کمایاتی فی العبارۃ رقم: ۱۱،۱۲)

لیکن یہ واضح رہے کہ چونکہ شریعت نے دعوت الی الخیر کی کسی بھی قسم کے لئے کوئی خاص طرز مقرر نہیں کیا لہٰذا دعوت خواہ گھر جاکر اس طرز پر دی جائے جس طرز پر مروجہ تبلیغی کام کی ترتیب ہے یا تصنیف و تالیف کے ذریعہ ہو یا اور کسی طریقہ سے۔ اس سے فریضہ دعوت ادا ہوجائے گا۔لعموم الادلۃ

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ ہر مسلمان کے لئے ہر حال میں مروجہ تبلیغی جماعت میں بغرض دعوت و تبلیغ شامل ہونا یا اس میں وقت لگانا فرض عین نہیں ہے کیونکہ اول تو عمومی دعوت فرض عین نہیں، دوسرے دعوت و تبلیغ کے لئے یہ خاص طریقہ شرعاً متعین نہیں، البتہ چونکہ اس جماعت کے کام سے بفضلہ

تعالیٰ بہت عظیم فائدہ پہنچا ہے اور دوسری طرف لادینی طاقتیں زور و شور سے دین کے خلاف سرگرم عمل ہیں
جن کے مقابلے کا یہ موثر ذریعہ ہے۔اس لئے اعتدال کے ساتھ 'فقہاء کی بیان کردہ حدود کی رعایت رکھتے
ہوئے اس جماعت سے تعاون اور اسمیں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور اپنی
اور امت کی حفاظت کا مفید ذریعہ ہے۔

البتہ بعض صورتیں ایسی ہوسکتی ہیں جب کسی شخص کے لئے اس جماعت میں حصہ لینا فرض عین
ہو جائے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص دین سے وابستگی نہیں رکھتا اور اپنے شعبہ کے مسائل ضروریہ
سے بھی ناواقف ہے اس پر واجب ہے کہ وہ ایسا طریق اختیار کرے جس سے اسے دین کا ضروری علم
حاصل ہو اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ آئے۔اگر اس شخص کے لئے اپنی ظاہری و باطنی اصلاح اور
ضروری دینی معلومات کے حاصل کرنے کے لئے جماعت میں نکلنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ میسر نہ ہو تو
اس پر مروجہ تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنا ضروری ہو گا کیونکہ اس میں بڑی حد تک اپنی اصلاح بھی ہوتی
ہے اور دوسرے مسلمانوں میں احیاء دین کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور بہت سے مسائل ضروریہ سے بھی
آگاہی ہو جاتی ہے۔(کما یاتی فی العبارۃ رقم:۱۴)

لیکن اگر اس شخص مذکور کو دین سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے دیگر طریقے بھی میسر ہیں مثلاً
مشائخ طریقت 'آئمہ مساجد 'علماء کی صحبت اور مدارس دینیہ وغیرہ کی طرف مراجعت کرکے اسے اپنی
اصلاح اور دینی ضروریات کی تحصیل کے مواقع حاصل ہو رہے ہوں تو اس کے لئے جماعت میں نکلنا
واجب تو نہ ہو گا۔لیکن اس کے دینی فوائد کے پیش نظر بہت مستحسن ہے جسکا موثر اور مفید ہونا تجربہ سے
ثابت ہے۔

سوال نمبر۲ کا جواب

نبی ﷺ کی ذات اقدس مرکز و مجموعہ کمالات ہوتی ہے وہ تنہا دین کے تمام شعبوں کا کام سرانجام
دیتے ہیں۔لیکن امت میں یہ تمام کام تقسیم ہو گئے اور علماء امت کے مختلف طبقات نے ہمیشہ ان خدمات
کو الگ الگ بھی انجام دیا ہے کہ بعض نے فریضہ جہاد و دعوت کو مقصد بنایا اور بعض نے مدارس و مکاتیب
کھولے اور بعض نے خانقاہوں میں بیٹھ کر تزکیہ کا کام سرانجام دیا ہے 'اور بعض نے اپنی زندگی ان تینوں

کاموں میں صرف کی۔یہ سب کار نبوت ہی کے مختلف شعبے ہیں۔اگر سب کسی ایک ہی شعبے کو لازم پکڑلیں تو باقی شعبوں میں تعطل آنا ناگزیر ہے۔لہٰذا اگر کوئی عالم تدریس یا تصنیف کے ذریعے تبلیغ دین کر رہا ہے اور جہاد باللسان وجہاد بالقلم کی ذمہ داری پوری کر رہا ہے تو اسے تارک دعوت وجہاد نہیں کہا جائے گا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تبلیغ ہی کے شعبے ہیں۔فرق اتنا ہے کہ مروجہ دعوت عوام میں تبلیغ کا شعبہ ہے اور تدریس و تالیف وغیرہ دوسرے شعبے خواص میں تبلیغ کے شعبے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ مختلف افراد کے لئے دعوت کے مختلف طریقے ہی موثر ہوتے ہیں۔کسی کے لئے وعظ وغیرہ موثر ہوتا ہے کسی کے لئے مطالعہ کسی کے لئے دین کے سادہ حقائق کسی کے لئے علمی و تحقیقی مباحث، لہٰذا یہ تمام طریقے اپنی اپنی جگہ پر جاری رہنے چاہئیں تاکہ ہر طبقے کو اسکے مذاق کے مناسب دعوت پہنچ سکے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب

سوال اول کے جواب میں تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے کہ دعوت الی الخیر کا کام پوری امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے جسے ادا کرنے کا کوئی مخصوص طریقہ شرعاً متعین نہیں بلکہ درس و تدریس تعلیم و تعلم، تبلیغ وجہاد سب ہی اس فریضہ کی ادائیگی کے الگ الگ طریقے ہیں اور ہر ایک کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ان میں سے کسی طریقے کو خاص شکل سے ادا کرنا ایک انتظامی معاملہ ہے جیسے آج کل مدارس دینیہ میں سال کے بارہ مہینوں میں سے فقط دس مہینے، ہفتہ کے سات دنوں میں سے فقط چھ دن اور روزانہ کے چوبیس گھنٹوں میں سے چھ گھنٹے پڑھائی ہوتی ہے، اور پھر ہر تین ماہ بعد سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات منعقد کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور تجربے سے انکی ضرورت اور افادیت واضح ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں اس ترتیب کا وجود نہ تھا اور نہ ہی کتب حدیث میں اس خاص طرز کا ثبوت ملتا ہے۔لیکن چونکہ اس خاص طریقے کو مقصود شرعی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اسے بدعت سمجھنا درست نہیں۔بلکہ یہ بھی ایک انتظامی امر ہے اور تعلیم دین کے حصول کے لئے اسکی رعایت کرنا حالات کی بناء پر ضروری ہوگیا ہے۔

اسی طرح مروجہ تبلیغی جماعت کا طریقہ کارگشت بیان وغیرہ بھی ایک انتظامی امر ہے جو کہ مباح

ہے اور خاص اس طرز کے ثبوت کی قطعاً کوئی حاجت نہیں تاوقتیکہ اسی خاص طریقے کو مقصود شرعی نہ سمجھا جائے۔

تاہم استیناس کے طور پر انبیاء کرام علیہم السلام اور خود نبی کریم ﷺ کا دعوت حق لیکر لوگوں کے پاس جانا اور انہیں دین حق پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینا کافی ہے جیسا کہ امام غزالی ؒ نے احیاء العلوم میں باب دوائی التوبہ میں ذکر فرمایا ہے۔(کما ذکر فی عبارۃ الاحیاء رقم: ۱۲)

(۱)قال اللہ تبارك وتعالي:

"ولتكن منكم امة يدعون الي الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، واُولئك هم المفلحون"(البقره: ١٠٤)

"تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ (اور لوگوں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کا کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ (آخرت میں ثواب سے) پورے کامیاب ہوں گے" (معارف القرآن ص ۱۳۵ ج ۲)

(۲) "كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله" (البقره: ١١٠)

"تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔"

(معارف القرآن ص ۱۴۸ ج ۲)

(۳) "قال الجصاص: فهذه الآي و نظائرها مقتضية لايجاب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر الي اخيره"(ص ٣٠ ج ٢ احكام القرآن للجصاص)

(۴)قال تعالي:

"قل هذه سبيلي ادعوا الي الله علي بصيرة انا ومن اتبعني"

(سوره يوسف: ١٠٨)

قال الجصاص : "فيه بيان انه مبعوث بدعاء الناس الي الله عز وجل ، وفيه الدلالة علي ان علي المسلمين دعاء الناس الي الله تعالي كما كان علي النبي صلي الله عليه وسلم ذلك" (ص ۱۷۹ ج ۳)

(۵) قال تعالي :

"ومن احسن قولا ممن دعا الي الله وعمل صالحا وقال انني من المسلمين" (سوره حم السجده : ۳۳)

قال الجصاص : "فيه بيان ان ذلك احسن قول ، ودل ذلك علي لزوم فرض الدعا الي الله تعالي ، اذلا جائز ان يكون النفل احسن من الفرض فلو لم يكن الدعاء الي الله تعالي فرضا وقد جعله من احسن قول اقتضي ذلك ان يكون النفل احسن من الفرض ، وذلك ممتنع انتهي -

وقلت ، وكون الدعوة الي الله تعالي وتبليغ احكامه وترويج شرائعه من افضل القربات واكمل الخيرات مما اجمعت عليه الامة ، لكونها عمل الانبياء عليه الصلوة والسلام" .(ج ٤ صفحہ ۱۳۰ احكام القرآن للتهانوي)

(۶) عن ابن عمر قال النبي صلي الله عليه وسلم : "كلكم مسئول عن رعيته فالامام راع وهو مسئول عن رعيته ، والرجل راع في اهله وهو مسئول عن رعيته والمراة راعية في بيت زوجها وهي مسئولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده وهو مسئول عن رعيته ، والرجل راع في مال ابيه وهو مسئول عن رعيته ، وكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته" (كنز العمال رقم ۱۴۶۷)

(۷) عن ابي سعيد الخدري عن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال : "من راي منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان" رواه مسلم (المشكوة ص ٤٣٦)

قال النووي رحمه الله في شرح مسلم : قوله "فليغيره بيده" : وهو امر

الایجاب و قد تطابق علی وجوبه الکتاب و السنة و اجماع الامة وهو
فرض کفایة ومن تمکن منه وترکه بلاعذر اثم وقد یتعین کما اذا کان فی
موضع لا یعلم به الا هو ولا یتمکن من ازالته الا هو وکمن یری زوجته او
ولده او غلامه علی منکر (المرقاة ج ۹ ص ۳۲۹)

(۸) قال ابوبکر: "وهذا یدل علی ان علینا تعلیم اولادنا و اهلینا الدین
والخیر" ذکره تحت قوله تعالی
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (احکام القرآن للتهانوی
ج ۵ ص ۹۲)

(۹) و فی الهندیه: "ان کان اکبر رایه ان لو امر بالمعروف یقبلون ذلک
منه ویمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیه ولا یسعه ترکه" الخ (ج ۵
ص ۳۵۲) وکذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیه (ج ۲ ص ۳۶۳)

(۱۰) و فی البدایع: "فهو فرض کفایة ومعناه ان یفترض علی جمیع من هو
من اهل الجهاد لکن اذا قام به البعض سقط عن الباقین" (ج ۷ ص ۹۸)

(۱۱) فاما بیان المعاملة مع المشرکین فنقول الواجب دعاؤهم الی الدین
وقتال الممتنعین منهم من الاجابة لان صفة هذه الامة فی الکتب المنزل
الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وبها کانوا خیر الامم قال الله تعالی
کنتم خیر امة اخرجت للناس الآیة - و راس المعروف الایمان بالله
تعالی فعلی کل مومن ان یکون آمرا به داعیا الیه (المبسوط للسرخسی
ج ۱۰ ص ۲)

(۱۲) و فی المحیط بلوغ الدعوة حقیقة او حکما بان استفاض شرقا وغربا
انهم الی ماذا یدعون و علی ماذا یقاتلون فاقیم ظهورها مقامها انتهی -
ولا شک ان فی بلاد الله تعالی من لا شعور له بهذا الامر فیجب ان المدار
،، علیه ظن ان هولاء لم تبلغهم الدعوة فاذا کانت بلغتهم لا تجب
،، ولکن یستحب (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۶)، و کذا فی الفتاوی التتار
خانیة ج ۵ ص ۲۲۵ و فی الشامیة ج ٤ ص ۱۲۹)

(۱۳) فی احیاء العلوم: "و ان کان لا یدری ان ما یرتکبه ذنب فعلی

العالم ان يعرفه ذلك بان يتكفل كل عالم باقليم او بلدة او محلة او مسجد
او مشهد يعلم اهله دينهم ويميز ما يضرهم عما ينفعهم وما يشقيهم عما
يسعدهم ولا ينبغي ان يصبر الي ان يسئل عنه بل ينبغي ان يتصدي لدعوة
الناس الي نفسه فانهم ورثة الانبياء والانبياء ماتركوا الناس علي جهلهم
بل كانوا ينادونهم في مجامعهم ويدورون علي ابواب دورهم في
الابتداء ويطلبون واحدا واحدا فيرشدونهم"-الخ (ج ٤ ص ٥٠)

(۱۴) عن انس قال رسول الله صلي الله عليه وسلم : "طلب العلم فريضة
علي كل مسلم" الخ قوله فريضة اي مفروض فرض عين الخ (المرقاة ج
١ ص ٢٨٤) والله اعلم بالصواب

عليم احسن عزيز
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۱۶/۸/۱۴۱۶ھ

جواب صحیح ہے، اور فرض عین اور فرض کفایہ کی جو تعریف
اس فتوے میں لکھی گئی ہے وہ کتب فقہیہ کے مطابق ہے
البتہ اس سے تبلیغی کام کی اہمیت کم نہیں ہوتی، نہ اسے
تبلیغ کے کام میں تساہل کی بنیاد بننا چاہئے، بالخصوص
اس دور میں جبکہ شر کی قوتیں اپنے مفاسد پھیلا رہی ہیں
مختلف جہتوں سے تبلیغ و دعوت کا کام خصوصی اہمیت
اختیار کر گیا ہے۔ اور ماشاء اللہ تبلیغی جماعت مجموعی
دینی کام کو بطریق احسن پورا کر رہی ہے، لہذا مسلمانوں کو
اسکے ساتھ تعاون کرنا چاہئے، اور بعض افراد کی طرف
سے غلو کی جو باتیں سامنے آتی ہیں، انکی اصلاح کی کوشش
بھی ساتھ ساتھ جاری رہنی چاہئے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۲-۸-۱۴۱۶ھ

مفتی
دار الافتاء دار العلوم کراچی